مرثیہ نمبر۔۳

کُل تعدادِ بند: ۷۸

مطلع

عشقِ اسلام میں سرشار ابوطالبؑ ہیں

(۱)

عشقِ اسلام میں سرشار ابو طالبؑ ہیں	حق یہ ہے، حق کے طرف دار ابو طالبؑ ہیں
کفر کے واسطے تلوار ابو طالبؑ ہیں	محسنِ احمدؐ مختار ابو طالبؑ ہیں

اس خدادوست نے کچھ ایسی ریاضت کی ہے
دین کی طرح بھتیجے کی حفاظت کی ہے

دین ہے نور، تو تنویر ابو طالبؑ ہیں	مرکزِ عزت و توقیر ابو طالبؑ ہیں
ہے دعا دین تو تاثیر ابو طالبؑ ہیں	بیٹا قرآن ہے، تفسیر ابو طالبؑ ہیں

ذہن واحساس اُس انسان کا بس مردہ ہے
اب جو کافر کہے بوجہل کا پروردہ ہے

حق یہ ہے، کامل الایمان ابو طالبؑ ہیں	دیں ہے فرقان، تو عرفان ابو طالبؑ ہیں
جن کا مداح ہے قرآن ابو طالبؑ ہیں	ہیں نبیؐ رحل تو جزدان ابو طالبؑ ہیں

منکرِ وصف، حقیقت پہ نظر ہے کہ نہیں
کُلِ ایماں کے پدر ہیں، یہ خبر ہے کہ نہیں

قوم پر حق کا اِک انعام ابو طالبؑ ہیں	دین کا بولتا پیغام ابو طالبؑ ہیں
ہیں نبیؐ وحی، تو الہام ابو طالبؑ ہیں	بخدا محسنِ اسلام ابو طالبؑ ہیں

مومنیت یہ بصد شان ملی ہے اِن کو
باپ سے دولتِ ایمان ملی ہے اِن کو

عشقِ توحید میں سرشار ابو طالبؑ ہیں	یوسفِ دیں کے خریدار ابو طالبؑ ہیں
پھول اولاد ہے، گلزار ابو طالبؑ ہیں	بخدا دیں کے پرستار ابو طالبؑ ہیں

اس کی بنیاد میں ہے خون ابو طالبؑ کا
دینِ اسلام ہے ممنون، ابو طالبؑ کا

(۶)

جو ازل سے ہیں مسلمان ابو طالبؑ ہیں دین پر جس کا ہے ایمان ابو طالبؑ ہیں
ہیں ملنگ پست، وہ انسان ابو طالبؑ ہیں کفر اور دین کی پہچان ابو طالبؑ ہیں
بیچ کر جان کو، اسلام سنبھالا جس نے
بخدا رحمتِ کونین کو پالا جس نے
ہر طرح صاحبِ تکریم ابو طالبؑ ہیں کیوں نہ ہو مرکزِ تعظیم ابو طالبؑ ہیں
دیں معلّم ہے، تو تعلیم ابو طالبؑ ہیں بے بہا صورتِ تسنیم ابو طالبؑ ہیں
آج تک کس نے بھلا ایسی ریاضت کی ہے
گھر کے اعدا میں بھتیجے کی حفاظت کی ہے
دین کو حق کا اِک انعام ابو طالبؑ ہیں وہ سحر جس کی نہیں شام ابو طالبؑ ہیں
کفر کے واسطے صمصام ابو طالبؑ ہیں دین کے تابعِ احکام ابوطالبؑ ہیں
گلِ ایماں کو جو پالا، تو علیؑ کو پالا
یوں کہو، دین کو پالا جو نبیؐ کو پالا
ایسے کچھ صاحبِ توقیر ابو طالبؑ ہیں گویا قرآن کی تفسیر ابو طالبؑ ہیں
حق یہ ہے پرتوِ تنویر ابو طالبؑ ہیں گردنِ کفر کو شمشیر ابو طالبؑ ہیں
ایسے انساں کو نہ کہنا، کہ نہ لایا اسلام
جس کی اولاد نے سر دے کے بچایا اسلام
دیں کی تعمیر کے معمار ابو طالبؑ ہیں صورتِ کفر سے بیزار ابو طالبؑ ہیں
بخدا ابرِ گہر بار ابو طالبؑ ہیں دین کے قلعے کی دیوار ابو طالبؑ ہیں
کفر و الحاد کو ہر گام پریشانی تھی
اُن کے کردار سے کفّار کو حیرانی تھی

(۱۱)

ایسا ممکن ہی نہیں، مومنِ کامل انساں پرورش کی ہے بھتیجے کی بحدِّ امکاں
درحقیقت یہ حقیقت ہے عیاں راچہ بیاں ماسوا اِن کے، کسی اور میں خوبی ہے کہاں
کی وہ خدمت، پدرِ غالبِ ہر غالب نے
پرورش کی ہے پیمبرؐ کی ابو طالبؑ نے

پرورش فرض تھی اِن پر، تھا بھتیجا کمسن رات کو رات یہ سمجھے، نہ کبھی دن کو دن
ایسی خدمت کہیں کر سکتا ہے غیرِ مومن مدعی فیضِ محبت کے سبھی ہیں لیکن
دل یتیموں کا، جو یوں شاد کرے تو جانیں
کوئی اس طرح کی امداد کرے تو جانیں

ایسے مومن کے عقیدے میں ہوا شک پیدا جس کے ایمان کا ثانی نہیں ممکن بخدا
نصرتِ دیں میں نہ کی جان کی مطلق پروا صیغۂ عقد خدیجہؓ کا پیمبرؐ سے پڑھا
بات منجملہ دلائل سے یہی ظاہر ہے
ایسے مومن کو جو کافر کہے خود کافر ہے

کیا تجھے منکرِ اوصاف نہیں اتنا ہوش پہنچیں جب بنتِ اسدؑ قربِ حرم صبر بدوش
ایسے عالم میں مشیّت بھی ہوئی پردہ پوش یک بیک کھول دی دیوارِ حرم نے آغوش
ہاتھ آیا، یہ ریاضت کا ثمر کعبے میں
کیا تولد ہوا کافر کا پسر کعبے میں

اب ذرا یہ تو بتا، دشمنِ دینِ اسلام گھر میں اللہ کے، بے دین کا ممکن ہے قیام
یہ نہ تشویش، نہ حیرت، نہ تعجب کا مقام ہے یہ حیدرؑ کا زچہ خانہ، نہیں اس میں کلام
تین دن خانۂ حق میں، یہ بصد شان رہے
کیا یہ کافر تھے، جو اللہ کے مہمان رہے

پھر یہ کیا ہے، جونہیں مومنِ کامل کا کمال　　تھا صدا پوشِ نظر، دین کا مستقبل و حال
دیں کی تبلیغ کی خاطر، جو لُٹایا زر و مال　　مستند ہے یہ مورخ کا حقیقت میں خیال
کوئی کافر ابو طالبؑ کو جو ٹھہرائے گا
پھر مسلمان، نہ دنیا میں نظر آئے گا
اِن کا اسلام، کسی اور مسلماں میں نہ دیکھ　　دولتِ دیں ہے یہ بےدین کے طاں میں نہ دیکھ
درس ایماں کا، جہالت کے دبستاں میں نہ دیکھ　　اپنے اسلاف کے آئینہِ ایماں میں نہ دیکھ
اب جو اسلام زمانے میں نظر آتا ہے
اِن کی اولاد کے خوں سے ہی نمو پاتا ہے
اپنے اسلاف کے ایمان کو بد بخت ٹٹول　　تھے وہ اس درجہ منافق، کہ نہ تھا نام کو جھول
ظاہرا جسم پہ اُن سب کے تھا اسلام کا خول　　جنگِ خیبر میں عیاں ہوگیا سب ڈھول کا پول
رن میں جس وقت، رُخِ مرحب و عنتر دیکھا
ایسے بھاگے، کہ نہ مڑ کر، سوئے خیبر دیکھا
جان پیاری تھی اُنہیں، دیں کے مقابل واللہ　　عمر بھر جادۂ حق سے رہے، مطلق گمراہ
دامنِ کفر میں وہ ڈھونڈتے تھے جائے پناہ　　ہمہ اوقات رہی، دولتِ دنیا پہ نگاہ
تھے سگِ دہر، تو اُن کو تھی فقط جان کی قدر
بندۂ زر کی نظر میں نہیں ایمان کی قدر
تھا لہو اُن کا نجس، اس لئے گندہ تھا ضمیر　　خواہشِ نفس کی تھی، پاؤں میں اُن کے زنجیر
زر کے لالچ میں یہ سب بیچتے تھے اپنے ضمیر　　خشتِ تخریب تھی، اُنکے لئے سنگِ تعمیر
دشمنِ دینِ خدا، جہل سے پیوستہ تھے
چولی دامن کی طرح کفر سے وابستہ تھے

اُن کے ذہنوں پہ تھا شیطان مسلط ہر گاہ   چلتے تھے جادۂ ابلیس پہ یہ سب بد خواہ
ابھی ہوجائیں گے نظروں سے یہ او جھل گمراہ   پڑھیے لا حول و لا قوۃ اِلّا باللہ

دل سے یہ کفر، اور الحاد کے شیدائی ہیں
یا یہ شیطان کے شاگرد ہیں، یا بھائی ہیں

ہیں منافق یہ سبھی دشمنِ دینِ اسلام   روز و شب آٹھ پہر، اِن کو ہے تخریب سے کام
گامزن ہیں روشِ کفر پہ، یہ بد انجام   اِن کے نزدیک مساوی ہے حلال اور حرام

کفر ہر لحہ انہیں، آئینہ دکھلاتا ہے
اِن کو اپنا سا ہر اِک شخص نظر آتا ہے

اِن کے جسموں میں، جو شیطاں کی ہوئی روح حلول   پھر یہ بوجہل کی نظروں میں، نہ کیوں ہوں مقبول
ہر طرح اِن کا تھا کردار و عمل، نا معقول   تھا جو اسلاف کا، اصنام پرستی معمول

آتشِ بغض میں، مومن سے جلا کرتے ہیں
اُن کے ہی نقشِ قدم پر، یہ چلا کرتے ہیں

بہکی بہکی سی نہ کر بات تو مجھ سے مے خوار   یہ وہ ہیں، جن کا بھتیجا ہے، رسولِ مختار
اِن کے ایماں کو بھلا، کفر سے کیا ہے سروکار   پستی کفر سے ہے دل میں کدورت کا غبار

اِن پہ کیچڑ جو اچھالے گا، تو پچھتائے گا
پھر تو ایمانِ نبیؐ میں بھی خلل پائے گا

اس قدر تجھ کو تعصب نے کیا ہے اندھا   کفر کا صاحبِ ایماں کو دیا ہے فتویٰ
اپنے اسلاف کی مانند، انہیں بھی سمجھا   معترض تو نے، نہ اس امر پہ کچھ غور کیا

حق کا محبوب ہے، کونین پہ جو غالب ہے
وہ بھی پروردۂ آغوشِ ابو طالبؑ ہے

(۲۶)

بخدا اِن کو بھتیجے سے تھا اس درجہ پیار　　دل کو ملتا تھا، پیمبرؐ کی زیارت سے قرار
رعب وہ تھا کہ مخالف رہے مائل بہ فرار　　تا بہ محشر، نہ ملے گا کہیں، ایسا دیں دار

تا دمِ مرگ رہے، دل سے نثارِ اسلام
بے خزاں اِن کے ہی دم سے ہے بہارِ اسلام

ہیں پدر اُس کے، جو ہے فاتحِ بابِ خیبر　　جد ہیں عباسؑ اور حسنینؑ کے، سب کو ہے خبر
کی ہے پوتی نے انہیں کی تو مہم شام کی سر　　کس کا ایمان ہے، ایمان سے اِن کے بڑھ کر

اہلِ دنیا پہ ہے یہ تا بہ قیامت روشن
اِن کی اولاد سے ہے شمعِ امامت روشن

اِن کے ایمان پہ تہمت ہے یہ تنگِ اسلاف　　کہ جو ہے عیب نظر آتے ہیں سارے اوصاف
دیکھ او تنگ نظر، اِن کو بہ چشمِ انصاف　　کب قدم کوئی اٹھاتا ہے عقیدے کے خلاف

زندگی ختم بھتیجے کی، بالآخر کرتا
پرورش بانیِ اسلام کی، کافر کرتا

درسِ دیں اور ہے، اور کفر کا ہے اور سبق　　گامزن جادۂ حق پر ہیں سدا، اہلِ حق
درحقیقت مجھے، اِس امر کا بے حد ہے قلق　　بات یہ تیری سمجھ میں نہیں آتی مطلق

کس لئے اپنے عقیدے میں خلل ڈالے گا
بُت شکن کو کوئی کافر بھی بھلا پالے گا

مجھ کو انصاف سے خاکم بدہن یہ تو بتا　　کہیں کافر بھی پدر ہوتا ہے پیغمبرؐ کا
کیا مسلمان نہ تھے جدِّ بتولِ عذرا　　یہ نبیؐ کے ہیں پدر ہوش میں آ، ہوش میں آ

بخدا دونوں ہی اسلام کے شیدائی تھے
ابو طالبؑ بھی، انہیں کے تو سگے بھائی تھے

(۳۱)

کفر و اسلام کا ہوسکتا نہیں ایک مزاج اختلافات کو دیتا ہے ہوا، اور سماج
دین کو کفر، تو دیں کفر کو کردے تاراج دونوں تا حشر رہیں، امن وسکوں کے محتاج
غیر ملّت کا کوئی ہو، اُسے کب مانتے ہیں
ہم عقیدے کوتو سب، اپنا ہی گردانتے ہیں

ایک کا دوسرے سے ہوتا عقیدہ جو خلاف سُن، یہ فطرت کا تقاضہ ہے، زروئے انصاف
جتنی اضداد ہیں، رہتی ہیں وہ مائل بہ مصاف ایک کا دوسرے سے، دل نہ کبھی ہوتا صاف
گر یہ کافر تھے، وہ اسلام کا متوالا تھا
کیا سمجھ کر، ابو طالبؑ نے انہیں پالا تھا

بخدا جرات و ہمت میں تھے یہ ایسے بلند اِن کو تھی آٹھ پہر، خدمتِ اسلام پسند
تھے پیمبرؐ کی حفاظت کے، کچھ ایسے پابند ڈر یہ تھا، اِن کو نہ کافر کہیں پہنچائیں گزند
شب میں بستر سے، بھتیجے کو اٹھا لیتے تھے
اُس جگہ حیدرِ صفدر کو سُلا دیتے تھے

نہ معلم کوئی ایسا، نہ دبستاں ایسا حشر تک مل نہیں سکتا ہے مسلماں ایسا
نہ کیا خلق مشیت نے پھر انساں ایسا ڈھونڈ کر لاؤ، کوئی صاحبِ ایماں ایسا
زحمتیں سہہ کے، محمدؐ کو علیؑ کو پالا
جس نے اِک ساتھ نبیؐ اور ولی کو پالا

ہم کو اسلام کی تاریخ، یہ دیتی ہے خبر پہنچا سقائے سکینہؑ، لبِ دریا کیونکر
پیاسا لاکھوں سے لڑا، ساقیِ کوثر کا پسر ہو نہ ہو یہ ابو طالبؑ کے لہو کا تھا اثر
جان عباسؑ نے دی، بھائی کی نصرت کے لئے
وقف تھے یہ بھی، بھتیجے کی حفاظت کے لئے

(۳۶)

دادا پوتے کے تقابل کا بھلا ذکر ہی کیا — ایک کردار ہے، عباسؑ و ابو طالبؑ کا
وہ محمدؐ کے ہیں عمو، یہ سکینہؑ کے چچا — ابتدا اُن سے، تو عباسؑ پہ ہے ختم وفا
جب زمانے میں کبھی، ذکرِ وفا آئے گا
نام اِن کا سرِ فہرست لیا جائے گا

اِن کے پوتے نے وہ کی، دیں کے لئے جِدّ و کد — جس کی واللہ نہیں، تا بہ قیامت کوئی حد
کربلا سے تمھیں مل جائے گی دعوے کی سند — اِن کی اولاد اگر دین کی، کرتی نہ مدد
فرقِ اسلام، تہِ تیغ رواں ہو جاتا
گلشنِ دینِ نبیؐ نذرِ خزاں ہو جاتا

اِن کے بیٹے کے رفیقوں کا سناؤں تجھے حال — بوذرؓ و قنبرؓ و سلمانؓ کی نہیں کوئی مثال
سب ہیں یہ مومنِ کامل، کوئی شے اِن میں نکال — بے خبر، ہوش میں آ، اپنے عقیدے کو سنبھال
اِس کدورت سے ترے ہاتھ نہ کچھ آئے گا
ہاں یہی بغضِ علیؑ نار میں لے جائے گا

وہ علیؑ، جس کی زمانے میں نہیں کوئی نظیر — سر پہ کافر کے چلی، جس کی ہمیشہ شمشیر
گویا قرآن ہے، قرآن کی گویا تفسیر — خاکِ تربت بھی، پئے اہلِ وفا ہے اکسیر
جم گئے اِن کے سبب، دہر میں پائے اسلام
ہیں بہر زاویہ، یہ عقدہ کشائے اسلام

افضلِ طاعتِ کونین ہے ضربت جس کی — تھی بہر حال پیمبرؐ کو ضرورت جس کی
مدح خواں اب بھی ہے، دنیائے شجاعت جس کی — نسل میں باقی ہے تا حشر امامت جس کی
ساری دنیا میں کوئی ڈھونڈنے گر جائے گا
ایسا انسان، نہ تا حشر نظر آئے گا

(۴۱)

دشمنِ خویشِ پیمبرؐ ہوئے، وہ بد کردار جن کے اجداد کا، اصنام پرستی تھا شعار
عدل وانصاف سے تھی،خواہشِ زر میں تکرار حاملِ کفر تھے، اسلام تھا اُن سے بیزار
کس طرح چلتے بھلا، راہِ وفاداری پر
گامزن سب ہی تھے، دستورِ ریا کاری پر
اس حقیقت سے کوئی کر نہیں سکتا انکار قولِ پیغمبرِ حق سے ،تو یہی ہیں کرّار
کچھ وہ ہیں کہتے ہیں اِن کو جو مشیت آثار سچ تو یہ ہے، کہ ہے پہچاننا، اِن کا دشوار
انبیاء اور ائمہ سے سوا کہتے ہیں
اور نصیری بخدا، اِن کو خدا کہتے ہیں
اِن کے اوصاف پہ، ہر ایک کو تھا بغض وحسد بدر کی جنگ میں مارے گئے جس جس کے بھی جد
ہوگئے دشمنِ حیدرؑ، وہ بصد شد و مد قتل کردیں کسی صورت، تھی ہر اِک کو یہی کد
بدلہ اجداد کا حیدرؑ سے لیا سجدے میں
ابنِ مُلجم نے انہیں قتل کیا سجدے میں
بعدِ حیدرؑ ہوئے شبرؑ جو زمانے کے امامؑ باپ کی طرح دیا، کارِ امامت انجام
اِن کے در پے ہوئے، پھر دشمنِ دینِ اسلام زہر دے کر اِنہیں، جعدہ نے کیا کام تمام
غل ہوا جانبِ فردوس گیا دنیا سے
قوتِ بازوئے شبیرؑ اٹھا دنیا سے
بعدِ شبرؑ ہوئے شبیرؑ امامت کے امیں اِن کی بھی جان کے دشمن ہوئے سب دشمنِ دیں
خوں بہانے پہ کمر بستہ ہوئے مل کے لعیں چین لینے نہ دیا نام کو، دم بھر بھی کہیں
جبرِ بیعت نے دلِ سبطِ نبیؐ توڑ دیا
نصرتِ دیں کے لئے شاہؑ نے گھر چھوڑ دیا

(۴۶)

کربلا پہنچے جو شبیرؑ، معہ اہل و عیال اترا دریا کے کنارے اسدُ اللہ کا لال
گرم موسم تھا، تو معراج پہ گرمی تھی کمال کہ صعوبت سے سفر کی تھا ہر اِک شخص نڈھال
چہرہ ہر ایک کا بشاش نظر آتا تھا
دل ترائی کی ہوا کھا کے سکوں پاتا تھا
نہر کے پاس اترنے کی تھی، ہر ایک کو عید منظرِ ساحلِ دریا تھا، بہت قابلِ دید
بولا تب آ کے شہؑ دیں سے ابنِ سعد پلید نصب یاں فوج کے خیمے ہوں، یہ ہے حکمِ یزید
کوسوں صحرا ہے، جہاں چاہو لگا لو خیمے
ہاں مگر ساحلِ دریا سے اُٹھا لو خیمے
شہؑ یہ بولے، کہ ہے اس امر میں حجت بیکار ہوتا ہے رحمتِ معبود میں پانی کا شمار
ہم کو بھی اس کی ضرورت ہے، تمھیں بھی درکار یہ ہو نایاب، تو ہے زیست سبھی کی دشوار
دو کنارے ہیں، یہ روشن ہے ہر اک عاقل پر
اِس طرف ہم رہیں تم اُترو اُدھر ساحل پر
وہ یہ بولا، کہ ہوں اِس امر میں مطلق مجبور حکم یہ حاکمِ شامی کا ہے، اے شاہِ غیور
ہم تو ساحل پہ رہیں آپ رہیں نہر سے دور جنگ ہوگی ابھی، یہ شرط نہ کی گر منظور
بولے شہؑ دور بپا خیمے کروں گا ظالم
اُمتِ جد سے نہ پانی پہ لڑوں گا ظالم
کہہ کہ یہ شاہؑ نے انصار واعزا سے کہا خیمے اب ساحلِ دریا سے کرو دور بپا
پھر جو مڑ کر، سوئے عباسؑ دلاور دیکھا وہ جری طیش سے سر تا بہ قدم کانپتا تھا
بولے شہؑ خُلقِ پدر اِن کو دکھا دو عباسؑ
آبِ دریا کو نگاہوں سے گرا دو عباسؑ

(۵۱)

الغرض دور ہوئے نہر سے تب نصب خیام		فوجِ شامی نے کیا، ساحلِ دریا پہ قیام
بندشِ آب کے جاری ہوئے پھر تو احکام		نہر پر پہرے رہے۔ صبح سے لے کرتا شام
لے لیا نرغے میں پھر۔ فاطمہؑ کے جانی کو
شہ کے اطفال تڑپتے ہی رہے پانی کو

رونما ہو گئی جب، دسویں محرم کی سحر		تیر پیہم گرے آ، آ کے خیامِ شہؑ پر
لاکھ ٹالا، وہ رہے شر پہ کمر بستہ مگر		جنگ ہونی تھی ہوئی، بند ہوا امن کا در
حقِ نصرت، بہ اجازت جو ادا کرنے لگے
جتنے انصار تھے، جاں شہؑ پہ فدا کرنے لگے

بعدِ انصار گئے رن کو عزیزانِ حسینؑ		تھے جو سرتا بہ قدم، آئینہ شانِ حسینؑ
روحِ اسلام تھے وہ، اور نگہبانِ حسینؑ		دل سے تھے شانہ کشِ زلفِ پریشانِ حسینؑ
جان کو نصرتِ حق میں بخدا کھونے لگے
بخوشی سبطِ پیمبرؐ پہ فدا ہونے لگے

پھر ہوئے خدمتِ شبیرؑ میں حاضر اکبرؑ		عرض کی جوڑ کے ہاتھوں کو شہِؑ جن و بشر
ما سوا میرے، نہیں کوئی بھی باقی سرور		بھائی سجادؑ ہیں بیمار، تو کمسن اصغرؑ
نصرتِ دیں کے لئے، اب مجھے رخصت دیجے
وقت کا ہے یہ تقاضا، کہ اجازت دیجے

رو کے کہنے لگے اکبرؑ سے شہِؑ نیک خصال		ہے جواں موت طلب پیر سے حیرت ہے کمال
باپ ہوں باپ، کچھ اس کا بھی نہیں تم کو خیال		بالعوض موت مری مانگ لو جاں اے میرے لال
دل پہ یہ داغ، ضعیفی میں اٹھانے کے لئے
بھیج دوں رن میں تمھیں برچھیاں کھانے کے لئے

(۵۶)

عرض کی اکبرؑ مہرو نے ، امامِ دو جہاں
آپ کے بعد رہوں زندہ یہ ممکن ہے کہاں
دل یہی کہتا ہے، اس کا تو ہے بیشک امکاں
آپؑ کی ہو جو عنایت ،تو ہو مشکل آساں
سخت الجھن میں ہوں ،للہ رہائی کیجیے
پسرِ عقدہ کشا،عقدہ کشائی کیجیے

شہؑ نے فرمایا کہ لو، ماں سے اجازت مرے لال
جس نے دکھ جھیل کے پالا ہے کرو اس سے سوال
یا کرو عرض پھوپھی جان سے فرخندہ خصال
تم اگر رن کو گئے ، ہوگا بھرے گھر کو ملال
بھیج دیں مرنے کو بیٹا، نہیں طاقت ہم میں
ماں پھوپھی جان گنوا دیں گی تمھارے غم میں

سر جھکائے گئے خیمے میں، جو ہم شکلِ نبیؐ
چہرہ اترا ہوا دیکھا تو پکاری یہ پھوپھی
غمزدہ کس لئے ہو، یہ تو کہو جانِ اخی
عرض کی جاتے ہیں میدان میں اب ابنِ علی
یہ گئے رن میں،تو میں جاں سے گزر جاؤں گا
ہاتھ سے اپنا گلا کاٹ کے مر جاؤں گا

اے پھوپھی غیرتِ اکبرؑ کا تقاضہ ہے یہی
میرے ہوتے ہوئے ،زحمت نہ پدر کو ہو کوئی
اختلاف اس سے، کوئی کر نہیں سکتا ہے کبھی
ہر جواں لال پدر کا ہے عصائے پیری
میں درِ خیمہ پہ منگواؤں ابھی توسن کو
آپ سب مل کے اجازت دیں،تو جاؤں رن کو

تھام کر ہاتھوں سے دل حضرتِ زینبؑ نے کہا
فضہؑ ماں جائے کو اب بہرِ خدا جلد بلا
یہ بھی کہنا، کہ پریشان ہے بنتِ زہراؑ
حل کرو عقدے کو آکر، پسرِ عقدہ کشا
پہلے غم کس کا کلیجے پہ اٹھایا جائے
بھائی اب مرنے کو جائے کہ بھتیجا جائے

(۶۱)

وہ تو ماں جائے ہیں، یہ اُن کے جگر کا ٹکڑا　　　　کر دئے بھائی پہ دو لال برابر کے فدا
گو کہ اکبرؑ ہیں مجھے عونؑ و محمدؑ سے سوا　　　　مجھ سے پر داغ نہ بھائی کا اٹھے گا حاشا
غم و آلام کی یلغار ہوئی جاتی ہے
قوتِ فیصلہ بیکار ہوئی جاتی ہے

کہہ رہی تھیں یہ ابھی، دخترِ زہراؑ و علیؑ　　　　داخلِ خیمۂ عصمت ہوئے تب سبطِ نبیؐ
پوچھا ہمشیر سے کیا غم ہے، وہ رو کر بولی　　　　منتظر موت کی ہوں، زیست سے ہے مایوسی
وجہ پوچھی تو کہا، پوچھ لو یہ اکبرؑ سے
جنگ سے روکا تو ناراض ہیں سارے گھر سے

عرض کی اکبرؑ مہرو نے، کہ اے شاہِ غیور　　　　موت بدنامی کی، مجھ کو نہیں مطلق منظور
میں تو گھر میں رہوں مرنے کے لئے جائیں حضور　　　　بات یہ وہ ہے، کہ جو غیرتِ اکبرؑ سے ہے دور
خواہشِ دل ہے، تو توقف ذرا فرمائیں آپؑ
نہ رہوں میں تو جہاں چاہیں چلے جائیں آپؑ

شہؑ نے فرمایا، تم اس سے نہیں واقف اصلا　　　　مجھ کو معلوم ہے سب، امرِ مشیت میں ہے کیا
قبل مجھ سے مری جاں، ہو گے رہِ حق پہ فدا　　　　تیر پھر گردنِ اصغرؑ پہ لگے گا بیٹا
عصر کے وقت، عیاں رن میں یہ محشر ہوگا
سامنے ہوگی بہن، حلق پہ خنجر ہوگا

تب پھوپھی سے کہا اکبرؑ نے جھکا کر گردن　　　　کچھ سنا آپ نے؟ فرماتے ہیں کیا شاہِ زمن
ہے اجازت کے مساوی یہ شہِؑ دیں کا سخن　　　　جاؤں گا جنگ کو منگوایئے میرا توسن
رن کو جانے کی، جو تیاری اِدھر ہوتی تھی
سر جھکائے ہوئے خیمے میں پھوپھی روتی تھی

(۶۶)

کر کے تسلیم، پس از اذن، گیا رن کو دلیر　　یوں رجز خواں ہوا، انبوہ میں روباہوں کے شیر
جد وہ ہے، مرحب و عنتر کو کیا جس نے زیر　　جنگ جب تک نہ ہو سر، رکتی نہیں ہے شمشیر
خون میں کفر کے لشکر کو ڈبوتا ہوں میں
بخدا، حیدرِ کرار کا پوتا ہوں میں

سُن کے یہ ٹوٹ پڑا، اِن پہ جو کُل لشکرِ شام　　یا علیؑ کہہ کے سنبھالی، علی اکبرؑ نے حُسام
اِن کی ہر ضرب تھی فوجوں کو قضا کا پیغام　　منتشر خوف سے ہونے لگے سب بدانجام
بہرِ امداد صدا دیتے تھے سرداروں کو
جاں کسی طرح بچے، فکر تھی غداروں کو

طرزِ جنگِ علی اکبرؑ تھی بہت غور طلب　　تھی بُرِش تیغ کی، یا خالقِ اکبر کا غضب
کٹنے والے کو نہ معلوم ہوا، کٹ گیا کب　　وہ سپاہی ہو، کہ افسر ہو، پریشان تھے سب
اپنے اسلاف کے کردار سے پیوستہ تھے
سب کے سب بھاگنے کو رن سے کمر بستہ تھے

ابتری فوج میں دیکھی، تو بنِ سعدِ شریر　　دل بڑھانے کے لئے کرنے لگا یوں تقریر
اس طرف ایک پیاسا ہے، اُدھر فوجِ کثیر　　گھیر کے نرغے میں، کرلو علی اکبرؑ کو اسیر
چل گئی آج، جو ہم شکلِ نبیؐ پر تلوار
پھر اٹھا سکتے نہیں شاہؑ کسی پر تلوار

لاش کو دیکھیں گے جب سبطِ رسولِ ثقلین　　غم میں اس لال کے روئیں گے بصد شیون و شین
پھر کسی طرح میسر، انہیں آئے گا نہ چین　　ختم ہو جائیں گے ہجرِ علی اکبرؑ میں حسینؑ
ظلمِ نو پھر تو، نبیؐ زادیوں پہ ڈھائیں گے
جنگ سر ہوتے ہی سب اپنے وطن جائیں گے

(۷۱)

سُن کے یہ ٹوٹ پڑا اہل کے جوکُل لشکرِ شام　　چار جانب سے پڑے، خنجر و تیر و صمصام
جب لگی سینے پہ برچھی، تو ہوا کام تمام　　آ گیا زینِ فرس سے، وہ زمیں پر گلفام

دی صدا آیئے ہے شوقِ زیارت بابا
موت بالیں پہ ہے ہنگامِ شہادت بابا

یہ صدا سُن کے چلے تھام کے شہؑ ہاتھوں سے دل　　لڑکھڑاتے تھے قدم، درد سے دل تھا بسمل
آنکھیں بے نور تھیں نظروں سے نہاں تھی منزل　　ہو گیا لاشۂ اکبرؑ پہ پہنچنا مشکل

گرم ریتی پہ تڑپتا ہوا، ذی جود ملا
خاک مقتل کی جو چھانی، دُرِ مقصود ملا

گر کے بے ساختہ اکبرؑ سے جو لپٹے شبیرؑ　　ہٹ گیا کھینچ کے اِک آہ وہیں ماہِ منیر
بولے شہؑ کیوں ہو خفا، کیا ہوئی مجھ سے تقصیر　　اس پہ ناراض ہو آنے میں ہوئی ہے تاخیر

کیا کہیں کیسے بھلا کشتۂ غم آئے ہیں
ہر قدم ٹھوکریں کھاتے ہوئے ہم آئے ہیں

دست بستہ علی اکبرؑ نے کہا اے بابا　　میرے سینے میں ہے، اٹکا ہوا پھل برچھی کا
سانس کی آمد و شد بھی تو ہے دوبھر بخدا　　شدتِ درد سے قابو میں نہیں دل میرا

ہوگیا طے، مرا راہی سوئے کوثر ہونا
بابا ممکن نہیں، اس زخم سے جانبر ہونا

بولے اکبرؑ سے بہ حسرت، یہ شہِؑ نیک خصال　　کھینچ لوں سینے سے برچھی، جو کہو اے مرے لال
ڈر ہے اِس کا، نہ طبیعت کہیں ہو جائے نڈھال　　شدتِ درد نہ کر دے کہیں دل کو پامال

یا علیؑ کہہ کے جونہی، شاہ نے کھینچی برچھی
لے کے سینے سے کلیجہ، نکل آئی برچھی

(۷۶)

جب درِ خیمہ پہ پہنچے، تو صدا شاہؑ نے دی   لاش کو سینے سے لپٹائے ہوئے بیٹے کی
دیکھ لیں سب، نہ یہ پھر شکل نظر آئے گی   آؤ، لے جاؤ بہن، لاشہ ہم شکلِ نبیؐ

ماں پھوپھی لے گئیں خود، نورِ نظر کا لاشہ
کیا کسی ماں نے اٹھایا ہے پسر کا لاشہ

پاس لاشے کے گرے سبطِ رسول الثقلین   رکھ کے میت کو سرِ خاک کیے سب نے جو بین
آگئی پاس جنازے کے بصد شیون و شین   شورِ ماتم سے سکینہؑ کا ہوا دل بے چین

دل پھٹے جاتے تھے یوں دخترِ سرورؑ روئی
یا اخی کہہ کے جنازے سے لپٹ کر روئی

جب وطن جاتی ترا بیاہ رچاتی بیٹا   رو کے زینبؑ نے کہا، تھی یہ تمنا بخدا
اے پھوپھی اب علی اصغرؑ کو بنانا دولہا   تب بہ آہستہ یہ ہم شکلِ پیمبرؐ نے کہا

نظرِ بد پہ۔ نہ یہ طفلِ کسی آن چڑھے
ہے دعا باپ کے سائے میں یہ پروان چڑھے

مرثیہ نمبر۔۴

درحالِ جنابِ فضّہ اوردا خلہ اہلبیت دربارِ شام

کُل تعدادِ بند: ۵۰

مطلع

خادم ہے پُرخلوص تو وہ بے نظیر ہے